بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

ریلیجس لیڈرز نامی کتاب کا قصہ قضیہ کب کا ختم ہو گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس پر لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں سوال و جواب کا سلسلہ اب تک ختم نہیں ہوا۔ سوال جب کبھی ہوا تو یہی کہ علی گڈھ کے طلبا نے کیا کیا کیا؟ اور کیوں کیا؟ اور ان کو اس کئے کی کیا سزا دی گئی؟ لیکن کسی خدا کے بندہ کو یہ پوچھنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ گیننا کے متعلق محض ایک غلط خبر چھاپ دینے اور اس کی بنیاد پر اشتعال انگیز تقریروں کی وجہ سے مسلمانوں کو کیا کیا نقصانات پہنچے ہیں؟ ان کی تفصیل کیا ہے؟ ان کے وجوہ و اسباب کیا ہیں؟ کون لوگ اس کے ذمہ دار ہیں؟ اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا ہے؟ گویا:۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام　　وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مرزا غالب نے شاید اسی قسم کے کسی موقع کے لئے کہا تھا

آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

یہ صورتِ حال مسلمانوں کے لئے بے شبہ بڑی دل شکن اور حوصلہ فرسا ہے۔ لیکن ان کو دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں۔ ایک یہ کہ ملک میں شریف و غیر شریف۔ اچھے برے ہر قسم کے ہی لوگ آباد ہیں اس لئے دو تین یا دس بیس آدمیوں کے کسی قول یا فعل کو پوری قوم کی طرف منسوب کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ جو لوگ غیروں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے یقین رکھنا چاہئے کہ وہ خود اپنے بھائیوں۔ اور ہم مذہبوں کے ساتھ بھی شرافت نہیں برت سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی قوم کو اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں چھوٹے بڑے جتنے مسائل و معاملات پیش آ سکتے ہیں ان میں سے کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جس کا ذکر قرآن نے نہ کیا ہو۔

چنانچہ زیرِ گفتگو صورتِ حال کی نسبت بھی خاص مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا گیا

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط	اگر تم کو کوئی اچھی بات پہنچتی ہے تو ان تمھارے دشمنوں کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی بُری چیز پہنچتی ہے تو یہ لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں

لیکن قرآن نے صرف صورتِ حال کی اس محاکات پر بس نہیں کی ہے بلکہ مسلمانوں کو وہ راستہ بھی بتا دیا ہے جس پر چل کر وہ ان حالات پر غلبہ اور فتح پا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا:۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ	اور اگر اے مسلمانو! تم صبر اور تقویٰ سے کام لو تو پھر تمھارے ان دشمنوں کی دسیسہ کاریاں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں بے شبہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں

یاد رکھنا چاہیئے کہ صبر اور تقویٰ کوئی منفی حقیقت نہیں ہیں بلکہ مثبت اور ایجابی ہیں۔ اور ان کا اصل مفہوم ہے خواہشاتِ نفس اور طبعی جذبات پر قابو رکھ کر اسلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی کے میدان میں جد وجہد کر کے اپنی تکمیل کرنا۔

مرتے کو مار کر شاہ مدار بننا اس کارگاہِ ہست و بود کی پرانی ریت ہے۔ لیکن وہی عرب کے بادیہ نشین جن کو ایرانی اور رومی نظر میں نہیں لاتے تھے اور قولاً و عملاً جن کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ جب صبر و تقویٰ کے اسی ہتیار سے آراستہ ہو کر دنیا کے سامنے آئے تو انھوں نے قیصر و کسریٰ کی عظمت دیرینہ کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ قرآن کا قانونِ موت و حیات۔ ضابطہ عروج و زوال ایک قانونِ فطرت ہے جو ازلی اور ابدی ہے اور اس میں کبھی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ پس اگر یہ قانونِ صبر و تقویٰ گذشتہ تاریخ کے کسی دور اور دنیا کے کسی گوشہ میں خاک نشینوں کو ثریا نشین